از شیخ مصطفیٰ السباعی مرحوم ۔ دمشق شام

اولاد کی تعلیم وتربیت کا مسئلہ

ہماری اجتماعی پیچیدگیوں میں سب سے بڑی پیچیدگی اولاد کی تربیت کے معاملے میں پیش آتی ہے۔ مدرسہ اور معاشرے سے سابقہ پڑنے سے پہلے گھر کی اور خاندان کی تربیت کا مرحلہ ہوتا ہے

والدین کی ذمہ داری اولاد صراطِ مستقیم پر چلنے کے معاملے میں والدین کی رہینِ منّت ہوتی ہے۔ یعنی اگر اولاد بہترین کردار سے آراستہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ والدین نے اس پر توجہ دے کر اسے اپنے احسانات کا ممنون بنا دیا ہے اسی طرح اولاد کی غلط روی اور بدکرداری کی ذمہ داری بھی والدین ہی پر ہوگی۔

اسلام کے معجزات میں سے یہ بھی ایک بڑا اور اہم معجزہ ہے کہ اس نے فنِ تربیت کے بارے میں آج سے چودہ سو برس پہلے ایک ایسی حقیقت کا اعلان کیا ہے جو اس سے پہلے کسی دانشور کو نہ سوجھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے یہودی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں" (طبرانی بیہقی)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ذہنی، اخلاقی اور اجتماعی میلانات سب سے پہلے اس کے والدین ہی متاثر ہوتے ہیں اور جیسا کچھ ماں باپ کا کردار ہوگا اور جیسا کہ ان کی تربیت کا ڈھنگ ہوگا۔ اسی طریقے پر بچہ نشو ونما پائے گا۔

تربیت اولاد سے بے اعتنائی یہ بات بڑی افسوسناک ہے کہ تربیت کے لحاظ سے ہمارے گھر یکساں طرزِ عمل پر کاربند نہیں ہیں۔ بلکہ افراط وتفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کہیں بے پناہ سختی اور کہیں بہت زیادہ نرمی۔ اعتدال اور میانہ روی کی راہ سے بہت سے گھرانے ناآشنا ہیں۔ تربیت کی شکلوں کے لحاظ سے ہمارے گھر قسم قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔

- بعض گھرانوں میں بچے کی نشو ونما بزدلی، خوف، اپنی ذات پر بے اعتمادی اور ذہنی انتشار کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۲) ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بچے لاڈ و پیار کے اتنے رسیا ہوتے ہیں کہ کسی قاعدے، ضابطے کی پابندی ان کے لئے مشکل ہو جاتی ہے۔ اس طرح ان کی اصل فطرت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔

(۳) ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بچے کی نشوونما جہالت اور بدتمیزی اور اعلیٰ درجے کے اخلاق و آداب سے محروم ماحول میں ہوتی ہے۔ یہ بچے نہ تو ادب اور سلیقے سے باخبر ہوتے ہیں اور نہ صفائی اور گندگی کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں۔

(۴) کچھ گھرانوں میں بچوں کا مزاج خود پسندی اور کبر و نخوت کا حامل ہوتا ہے۔ ایسے بچے اپنے عیش و نشاط میں مگن نظر آتے ہیں۔ انہیں معاشرے کے غم اور خوشی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

(۵) بعض گھرانے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں بچہ دینی ماحول میں پروان چڑھتا ہے لیکن یہ اس کی دینداری بے بنیاد عقائد اور خرافات سے بھرپور ہوتی ہے۔

(۶) ایسے بھی خاندان موجود ہیں جن کے بچے دین سے بالکل دامن چھڑا لیتے ہیں۔ والدین کی تربیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے سکول کے اساتذہ اپنے ڈھب پر جس طرح چاہتے ہیں ان کو رنگ دیتے ہیں۔ مختلف شکلیں ہیں جن پر ہماری نئی نسل نشوونما پا رہی ہے۔ ان میں نہ ذہنی یکسوئی ہے اور نہ اخلاقی اور اجتماعی لحاظ سے کوئی بلند تصور۔ ہر فرد دوسرے سے مزاج ذوق اور نظریات کے لحاظ سے اپنا الگ الگ ذہن رکھتا ہے۔

ہماری نوجوان نسل میں جو ذہنی اور اخلاقی پستی پائی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہی مذکورہ بالا اختلاف ہے۔

نئی نسل کی تربیت | اس اخلاقی پستی کو دیکھ کر قوم کے بعض خیر خواہ بالکل ہی مایوس ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک نئی نسل سے خیر کی امید رکھنا ہی غلط ہے۔ لیکن ہم ان کی مایوسی اور بدشگونی سے اتفاق نہیں کر سکتے نئی نسل میں جو غلط روی پائی جاتی ہے اس کے بہت سے داخلی اسباب ہیں جن کا ازالہ کرنے کی ہم قدرت رکھتے ہیں۔ ایسے خارجی اسباب بہت ہی کم ہیں جن پر قابو پانا ہمارے لئے ناممکن ہو۔ ماں باپ سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے جو نئی نسل کے سنوارنے اور بگاڑنے میں موثر اور نمایاں کردار ادا کر سکے۔ اس وقت سب سے بڑا اہم مسئلہ گھریلو تعلیم و تربیت کا ہے اور اس بات کا معلوم کرنا ہے کہ اس سلسلے میں کون سے طریقے مفید ہیں اور کون سے نقصان دہ۔ یہ عنوان ایسا ہے جس پر اہل علم، اصحاب فکر انشا پرداز، خطیب اور قومی اصلاح کے علم بردار سب کو متوجہ ہونا چاہئے۔ یہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کے لئے درس گاہیں قائم کی جائیں۔ اور علمی حلقے منعقد ہوں اور بحث و مذاکرہ کی مجلسیں برپا ہوں اور عوام کو ان تمام مباحث سے استفادے کا موقع دیا جائے۔ ہمارے اس دور کے علماء تربیت نے حسب ذیل اصولوں پر اتفاق کر لیا ہے اگر کوئی معاشرہ ان اصولوں پر کاربند رہتا ہے تو اس کی بنیادیں پائیدار ہوں گی اور پوری قوم فلاح و سعادت

سے ہم کنار ہو گی ۔

اصولِ تربیت ۱۔ بچے کی شخصیت کو اس طرح نشوونما دینا کہ گھر کی پوری فضا اس کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے میں مددگار بن جائے ۔ اسے ہر طرف اپنی ذہنی استعداد کو بڑھانے کا سامان نظر آئے ۔

۲۔ بچے میں شروع ہی سے جرأت، شجاعت، خودداری اور خود اعتمادی کا بیج بو دیا جائے ۔ وہ دوسرے کا خوشہ چین ہونے کے بجائے اپنی رائے اور اپنے سوچے سمجھے خیالات پورے اعتماد کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر سکے ۔

۳۔ اس میں تعاون اور باہمی ہمدردی کا جذبہ ابھارا جائے اس کو بتایا جائے کہ معاشرے کا نقصان اس کا نقصان ہے اور قوم کا فائدہ اس کا فائدہ ہے ۔

یہ ہیں وہ گھریلو صحیح تربیت کی بنیادیں جن سے اجتماعی، سیاسی، دینی، اخلاقی اور اقتصادی ہر لحاظ سے نئی نسل میں مل کر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے ۔ یہی وہ تربیت ہے کہ اس سے آراستہ ہو کر نئی نسل کے معاشرے کو ہر قسم کی کمزوری اور تباہی سے بچا سکتی ہے ۔

ہمیں اس اہم مسئلے کے بارے میں پوری سنجیدگی سے کام لینا چاہیے کہ واقعی ہمارے گھروں میں اعلیٰ مثالی تربیت کا انتظام ہے اور کیا ماں باپ اس معاملے میں اپنے فرائض کا شعور رکھتے ہیں ؟

والدین کی غلط روش حقیقت یہ ہے کہ بہت سے خاندان، تربیت اور اس کے دور رس اثرات سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ سب سے پہلی خرابی جو تربیتی لحاظ سے گھر میں پیش آتی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ بچے کی نفسیات اور اس کے جذبات و میلانات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی ۔ اور اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ یہی بچہ مختلف منازل طے کر کے مردوں کی صف میں کھڑا ہونے والا ہے ۔ اس پر یہی قانون جاری ہوتے ہیں ۔ اکثر ماں باپ کا یہ حال ہے کہ وہ بڑوں اور بچوں کی نفسیات میں فرق نہیں کرتے ۔ ایک بے سمجھ بچے کو اس کی خطا پر اسی طرح سختی سے سزا دیتے ہیں جو بڑوں کو دی جاتی ہے کبھی اس کے عیب اور کمزوری کا چرچا کیا جاتا ہے اور کہیں اس پر نکتہ چینی کی جاتی ہے اسے تذلیل و تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے ۔ وہ کونسی ماں ہے جو غصے سے بھڑک نہ اٹھتی ہو جب کہ اس کا چھوٹا سا بچہ اپنے پاجامہ ہی میں دو تین بار پے در پے رفع حاجت کر لیتا ہے اور وہ کونسی ماں ہے جو شیشے کے برتن توڑنے پر اپنے بچے کو زد و کوب نہیں کرتی اور وہ کونسی ماں ہے جو اپنے بچے کو سخت سے سخت سزا نہیں دیتی جب کہ بچہ گھر کے خاص کمرے کا بیش قیمت فرش پر دوات الٹ دیتا ہے ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک ماں اپنے ڈیڑھ سال کے بچے کو پیٹ رہی تھی اس کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے اپنے پاجامے میں پاخانہ کر دیا تھا ۔ ماں کا خیال یہ تھا کہ بچے کو چاہیے کہ قضائے حاجت سے پہلے وہ اطلاع کرتا یا خود بیت الخلا یا اپنے قدمچے پر پہنچ جاتا ۔ میں نے اس خاتون کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس کا یہ طرز عمل درست نہیں ہے

اس عمر میں بچہ اتنی سمجھ نہیں رکھتا لیکن وہ خاتون میری بات سے مطمئن نہ ہو سکی۔ آخر کار میں نے کہا ذرا اپنی ماں سے اپنے بچپن کا حال تو پوچھ کر دیکھو جو تمہارے بچے کا اب حال ہے۔ کیا یہی طرزِ عمل بچپنے میں تمہارا نہ تھا۔ اس جملے پر وہ عورت ہنس پڑی اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

غلط تربیت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بچوں کی خوب مرمت کی جائے جب کہ وہ گھروں سے بھاگ کھڑے ہوں یا گھر واپس آنے میں دیر لگائیں یا اپنے چھوٹے بھائی بہنوں سے زیادتی کریں یا کسی معاملے میں ماں باپ کی نافرمانی پر تل جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان کو ان فوجیوں کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جو اپنے کمانڈر کے ہر حکم کو ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

بچے کی شرارت اس کی ذہانت کی دلیل ہے

واضح رہے کہ بچہ اگر ماں باپ کی مخالفت کرتا ہے یا نظم و ضبط کو توڑتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اپنی تربیت کے لحاظ سے شرارت و خباثت کا سرچشمہ ہے بار ہا اس قسم کا مزاج بچے کی گرم جوشی، چستی، چالاکی اور قوی شخصیت کو نمایاں کرتا ہے۔

ان حالات میں ہمارے لئے مناسب یہی ہے کہ اس کو غلط راستے سے ہٹا کر سیدھی شاہراہ پر لے آئیں۔ لیکن یہ طریقہ ایسا حکیمانہ ہونا چاہئے کہ اس کی چھپی ہوئی صلاحیتیں دبنے کی بجائے ابھرنے لگیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا جاتا ہے۔

غرام الصبی فی صغرہ زیادۃ عقلہ فی کبرہ یعنی چھوٹی عمر میں بچے کی تیزی اور طراری بڑی عمر میں اس کی ذہانت کا پیش خیمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے غرام الصبی نجابۃ ؑ بچے کی تیزی طراری اس کی شرافت کی نشانی ہے (حکیم ترمذی نے یہ روایات اپنے نوادر میں جمع کی ہیں)

بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ بچہ بعض ایسے اسباب کی بنا پر جن کا ہمیں علم نہیں ہوتا، نظم و ضبط کو توڑ دیتا ہے۔ مدرسے سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے یا گھر لوٹنے میں دیر لگا دیتا ہے۔ اگر واقعی وہ اپنی زبان میں اپنا عذر سمجھا سکے تو ہمیں کبھی بھی اس کا عذر قبول کرنے میں تامل نہ ہو گا حسب ذیل قصے سے اس حقیقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک لڑکا معمول کے شام کو گھر نہ آسکا۔ ماں کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس تاخیر کا علم باپ کو ہو گیا تو سخت ترین سزا دے گا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ اپنے گھر کی تاریک ڈیوڑھی میں لمبی لاٹھی لے کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے ہی بچے نے گھر میں قدم رکھا۔ ماں غضب ناک ہو کر اس پر پل پڑی۔ اس نے اس بات کی بھی زحمت گوارا نہ کی کہ مار پیٹ سے پہلے اس کی تاخیر کا سبب ہی معلوم کر لیتی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جلد بازی میں ماں غلطی پر تھی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک پڑوسی نے اس بچے کو اپنی مدد کے لئے بلایا کہ یہ باغ کے پھل توڑ دو تمہیں مناسب مزدوری مل جائے گی۔ بچے نے یہ پیش کش اس بنا پر قبول کر لی کہ اس سے اس کے نادار والدین کو سہارا ملے گا۔ اور اسی خیال سے

اس نے اپنے شام کے کھانے کی پرواہ بھی نہیں کی۔ جو وہ معمول کے مطابق گھر میں کھایا کرتا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بچے نے کتنے قابلِ تعریف جذبے کی بنا پر اس تاخیر کو برداشت کیا تھا۔ لیکن سنگدل ماں نے حوصلہ افزائی کی بجائے اس کی بری طرح مرمت کر ڈالی۔

غلط تربیت کے نمونے غلط تربیت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اگر بچہ ایک دوبار غلطی کر بیٹھتا ہے تو ہم اسے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ اس کی زبان سے کوئی جھوٹی بات سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو پھر ہمیشہ اسے کذّاب کے لفظ سے یاد کرتے ہیں اور اگر وہ کبھی اپنے چھوٹے بھائی کو چپت لگا دیتا ہے تو اسے شریر کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اگر وہ کبھی چھوٹی بہن سے بہلا پھسلا کر پھل چھین لیتا ہے تو ہم اسے مکّار کا نام دیتے ہیں۔ اگر وہ کبھی باپ کی جیب سے قلم چرا لیتا ہے تو ہم ہمیشہ کے لئے اسے چور کا خطاب دے دیتے ہیں اور اگر کبھی وہ پانی پلانے یا کسی اور کام سے انکار کر دے تو ہم اسے کام چور کا لقب دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم پہلی غلطی پر لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کر ڈالتے ہیں۔ یہ تربیت کا انتہائی غلط طریقہ ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اسے نرمی سے سمجھائیں اور اسے دلیل سے مطمئن کریں جو اس کے چھوٹے سے دماغ میں سما سکے۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور دوسرے بھی دکھ پاتے ہیں۔

تربیت کا ایک غلط طریقہ یہ ہے کہ روتے ہوئے بچے کو ڈرا دھمکا کر خاموش کیا جائے۔ بھوت، کتے یا دیو کا نام لے کر ڈرایا جائے اور پھر ڈراتے ہوئے اسے سینے سے چمٹا لیا جائے تاکہ بچے کو یہ احساس دلایا جائے کہ ماں یا باپ کو اس کی بچانے کی فکر ہے۔ ڈرانے کی بدترین صورت یہ ہے کہ اسے استاد یا ڈاکٹر کا خوف اس کے دل میں پیدا کیا جائے اس طرزِ عمل سے بچے کی نشوونما انتہائی بزدلی کے ماحول میں ہوتی ہے۔ اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جن معمولی چیزوں سے اسے ڈرنا نہیں چاہئے ان سے بھی وہ خوف کھانے لگتا ہے۔ جہاں اسے بغیر رکاوٹ کے آگے بڑھنا چاہئے وہاں بھی وہ خطرہ محسوس کرتا ہے۔ بچے میں خوف اور بزدلی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ زمین پر گرتا ہے اسے چوٹ لگتی ہے اور خون بہہ پڑتا ہے۔ اس موقعہ پر ماں اپنا سینہ پیٹ لیتی ہے۔ شور مچاتی ہے۔ لوگوں کو امداد کے لئے پکارتی ہے۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر بچہ بھی خوب روتا ہے اور پھر وہ اس بات کا خوگر ہو جاتا ہے کہ جب بھی وہ خون دیکھے یا معمولی تکلیف محسوس ہو تو سارا گھر سر پر اٹھا لے۔ اس صورتِ حال کو ختم کرنے کے لئے صحیح تدبیر یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر ماں مسکراتے ہوئے بچے کو تسلی دے اور احساس دلائے کہ یہ تو معمولی سی چوٹ ہے۔

ماحول کے اثرات یہاں سب سے بنیادی قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایک طرف ماں باپ بچوں کے اخلاق و کردار سنوارنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ بے راہ روی کا شکار ہو

ہوجاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ برے دوستوں کی رفاقت پر ہم چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

۲۔ غیر ملکی مثلاً امریکی درسگاہوں میں اپنے بچوں کو بھیج دیتے ہیں جہاں ہماری دینی اخلاقیات کا قطعاً خیال نہیں رکھا جاتا۔

۳۔ جاسوسی یا فحش مناظر دکھانے والے فلمی تماشوں میں ہم جانے کی اجازت دے دیتے ہیں یا خود اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ فلمی تماشوں کی چاٹ ایسی ہے کہ اس سے بڑوں بڑوں کے اخلاق تباہ ہوجاتے ہیں بچوں کا معاملہ تو بہت ہی سنگین ہے۔

گندہ لٹریچر ۴۔ ہم ان کے مطالعے میں فحش اور بے حیائی سے بھرپور رسالے، اخبارات اور لٹریچر دیکھتے ہیں لیکن ہمیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ سب چیزیں ان کے مزاج کو داؤ پر لگا رہی ہیں۔ جرائم پر آمادہ کر رہی ہیں۔ گھر کی پوشیدہ باتوں کو برسرعام پھیلا رہی ہیں اور ماحول کے رسواکن حالات کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ اس غلط ماحول میں بچوں کو رکھتے ہوئے یہ امید رکھنا کہ وہ سراپا عفت و امانت ہوں گے یہ خوش فہمی نہیں تو اور کیا ہے۔ علمائے فن تربیت کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں اور جوانوں پر ماحول پوری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ کہ پھر ماں باپ کی نصیحت اور استادوں کی تلقین بھی بے اثر ہوجاتی ہے۔ اس ساری تفصیل سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود ہم ان کو برے ماحول میں دھکیلتے ہیں پھر ان کی غلط کاریوں پر مجسم شکوہ بن جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے بیٹے کی شکایت کی کہ اس کا کہا نہیں مانتا اور اس کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے کو بلا کر سمجھایا بجھایا اور آئندہ باپ کے وفادار ہونے کی تلقین کی۔ بیٹے نے کہا کچھ باپ پر اولاد کے بھی حقوق ہیں یا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ بیٹے نے کہا وہ کیا حقوق ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تین حقوق ہیں۔

۱۔ باپ کا فرض ہے کہ نسلِ انسانی کے اضافے کے لئے اخلاقی اور خاندانی لحاظ سے بہترین عورت کا انتخاب کرے۔

۲۔ بچے کا اچھا نام رکھے۔

۳۔ بچے کو قرآن کی تعلیم دے۔

بچے نے کہا کہ امیر المومنین میرے باپ نے ان تینوں میں سے کوئی بھی حق ادا نہیں کیا۔

۱۔ میری ماں ایک مجوسی کی حبشی لونڈی ہے۔

۲۔ اس نے میرا نام کھٹل رکھا ہوا ہے۔

۳۔ اس نے مجھے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں سکھایا۔

حضرت عمرؓ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "تو اپنے بیٹے کی نافرمانی کا شکوہ لے کر آیا ہے اور حالانکہ تو نے

خود اس کو تلف کیا ہے اور اس کے برے سلوک سے پہلے تو نے اس کے ساتھ برا معاملہ کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی یہ نصیحت کتنی برمحل ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ باپ نے اگر بچے کی تربیت میں لاپرواہی برتی ہے اور اس وجہ سے بچے نے نافرمانی اور بے راہ روی اختیار کر لی ہے تو اس کی ذمہ داری باپ پر بھی عائد ہوگی۔

صالح بیوی کا انتخاب اس موقعہ پر مجھے اس بچے کا جواب بہت پسند آیا کہ جب کہ باپ نے غصے کی حالت میں اس کی ماں کو عار دلاتے ہوئے کہا تھا کہ "اے لونڈی کے بچے کیا تو بھی میری مخالفت کی جرأت کرتا ہے" اس موقعہ پر لڑکے نے کہا میری ماں بخدا تجھ سے بہتر ہے۔ باپ نے پوچھا کیسے؟ بچے نے کہا کہ میں اس کے حسن انتخاب کی داد دیتا ہوں کہ اس نے ایک آزاد اور شریف مرد سے نکاح کیا اور میری پیدائش کا سبب بنی۔ لیکن آپ انتخاب کے بارے میں ناکام رہے کہ آپ نے ایک لونڈی سے شادی رچا کر نسل انسانی میں اضافہ کیا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اولاد کی بے راہ روی کی ایک بہت بڑی وجہ ماؤں کا معاملہ ہے اگر باپ نے غلط انتخاب کیا ہے تو وہ اس کے نتائج کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتا اور اسی قسم کی ذمہ داری عورتوں پر بھی ہے۔ کہ وہ اپنے شوہروں کے انتخاب میں پوری ذمہ داری کو محسوس کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو برس پہلے اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا فرمایا تخیروا لنطفکم فان العرق دساس اپنے نطفے کے لئے بہترین رشتہ تلاش کرو۔ اس لئے کہ رگ چھپی ہوتی ہے۔ یعنی اندر اندر ماں کے اثرات سے بچہ اخلاقی غذا پاتا ہے۔ واضح رہے کہ اگر ہم نے اپنے نئے طور طریقے اپنانے پر اصرار کیا یا جھوٹے پر ان کی ہمت افزائی کی یا سزا دینے میں سنگدلی سے کام لیا یا ہم نے ان کی چوری پر خوشی کا اظہار کیا یا ایسی سزا دی جس کی وہ تاب نہ لا سکتے تھے۔ ان تمام حالتوں میں ہم خدا کی باز پرس سے نہیں بچ سکتے۔ جو لوگ بچوں کو لاڈ پیار میں رکھتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ ذرا سی تاریکی ان کے لئے وحشت کا سبب بن جاتی ہے۔ ذرا سا خون کا قطرہ ان کا دل ہلا دیتا ہے اور ذرا سی ہاتھ کی خراش اور پاؤں کی چوٹ انہیں بے چین کر دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی اولاد جوان ہو کر قومی معرکوں میں کیسے حصہ لے سکتی ہے اور آزادی کی جنگ کیسے لڑ سکتی ہے۔ ایسی نسل کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ جنگ کے نام سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے ہوائی جہازوں کی آواز سن کر بھی ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں۔ اسی طرح اگر ہم نے بچپنے میں بچوں کو دھوپ کی تیزی اور سرد جھونکوں سے بچانے کی کوشش کی تو ان کے بدن جفاکشی سے محروم ہو جائیں گے۔ اس کی ذمہ داری بھی ہم ہی پر عائد ہوگی۔

عبرت انگیز واقعہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عدالت نے چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جب سزا نافذ ہونے کا وقت آیا تو اس نے چلا کر کہا کہ میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹو۔ کیونکہ جب میں نے پہلی بار اپنے پڑوسی کا انڈا چرایا تھا تو اس پر میری ماں نے کوئی تنبیہ نہیں کی اور نہ اس نے انڈے کے لوٹانے کی ترغیب دی۔ بلکہ اس

نے یہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میرا بچہ کماؤ مرد ہو گیا ہے۔ اگر میری ماں کی زبان میری حوصلہ افزائی نہ کرتی تو مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

اے اولاد کے سرپرستو! بیٹوں اور بیٹیوں کے معاملہ میں اپنی ذمہ داریاں محسوس کرو۔ قرآن میں ارشاد ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارًا۔ ایک حدیث میں ہے کہ علموا انفسکم و اھلیکم خیرا و ادّبوھم (مصنف عبدالرزاق و سعید بن منصور) یعنی اپنے آپ کو اور گھر والوں کو خیر کی تعلیم دو۔ اور انہیں باادب بناؤ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ الزموا اولادکم واحسنوا ادّبوا اپنی اولاد کو ساتھ رکھو اور ادب سکھاؤ۔

اس موقعہ پر اسماء بنت ابی بکر کا قصہ یاد رکھنا چاہئے جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر سے کہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر حجاج سے مقابلہ کر رہے تھے وہ اپنی والدہ کے پاس مشورہ لینے آئے کہ وہ جنگ جاری رکھیں یا بند کر دیں ماں نے جواب دیا اگر تم واقعی جانتے ہو کہ تم حق پر ہو تو پھر حق سے ہٹنے کے کیا معنی اگر تم کہو کہ پہلے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ لیکن اب مجھ پر رائے کی غلطی واضح ہو گئی تو اس صورت میں تم کتنے ہی برے انسان ہو کہ تم نے اپنے آپ کو تباہ کیا اور اپنی قوم کو بھی بربادی کا لقمہ بنایا۔ اس کے بعد جب ماں سے حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے قتل کے بعد بنو امیہ کے لڑکے میرے ناک کان کاٹ ڈالیں گے اور تکّہ بوٹی کر دیں گے۔ تو ماں نے جواب دیا کہ بکری جب ذبح ہو جاتی ہے تو کھال اتارنے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ وہ بیٹی ہے جسے اسلام نے تربیت دی تھی اور جب ماں بنی تو اس نے کس طرح قربانی۔ فداکاری اور راہِ حق میں شہادت کا سبق اپنے بیٹے کو سکھایا۔

اس تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہمارے اسلاف کس طرح تاریخ میں زندہ جاوید رہ گئے اور اس دور کے مشاہیر یہ رتبہ نہ پا سکے۔

بقیہ مکتوبات مولانا رومی

۴۔ ترجمہ : تم سب کی پیدائش اور بعثت ایک نفس کی پیدائش اور بعثت کی طرح ہے۔

۵۔ ترجمہ : میری روح تیری روح کے ساتھ متحد ہے پس ہر حادثہ جو تجھے تکلیف دے، مجھے بھی تکلیف دیتا ہے۔

۶۔ حوالہ نمبر ۲

۷۔ اس مصّے کے ترجمے کے لئے دیکھیں ماہنامہ المعارف۔ لاہور دسمبر ۱۹۷۸ء